DAMAGE BOOK

DAMAGE BOOK

UNIVERSAL LIBRARY

OU_226173

UNIVERSAL LIBRARY

۷۸۶

رسالہ محجوب الارث

مصنفہ

حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری

ٹائٹل پیج

باہتمام حافظ عبداللطیف صاحب پرنٹر

مطبع فیض عام علی گڑھ میں طبع ہوا

اور رسالہ مطبع دار المصنفین اعظم گڈہ میں چھپا

مصنف نے علیگڈہ سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً،

اہل السنۃ والجماعۃ کے قانون وراثت مین ایک مسئلہ محجوب الارث کا ہی، اسکی صورت یہ ہے کہ جو بیٹے باپ کی زندگی مین اپنی اولاد کو چھوڑکر مرجاتے ہین تو انکی یتیم اولاد اپنے دادا کے مرنے پر بشرطیکہ اس نے کوئی بیٹا چھوڑا ہو، اسکے ترکہ مین سے حصہ نہین پاتی، مثلاً بروقت وفات مورث نے اگر ایک بیٹا اور ایک یتیم پوتا چھوڑا تو اس صورت مین سارے ترکہ کا وارث بیٹا ہوگا، اور پوتا بوجہ بیٹے کی موجودگی کے محجوب الارث یعنی وراثت سے محروم قرار دیا جائیگا،

اس مسئلہ کو فقہا نے اگرچہ ایک مقررہ اور طے شدہ قانون بنا کر کتابون مین لکھدیا ہی اور اسمین کچھ چون وچرا کی گنجائش نہین چھوڑی ہے لیکن پھر بھی دیکھا جاتا ہے کہ عام طور پر مسلمان اس سے بیزاری ظاہر کرتے ہین، اور جب دوسرے اہل مذاہب اعتراض کرتے ہین، اور قانون اسلام کو یتیمون کے خاندان سے خارج کرنیکا الزام دیتے ہین تو مسلمانون کو شرمندہ ہونا پڑتا ہے، اور کوئی معقول جواب نہین دیسکتے۔

حال مین دو ایک قانون پیشہ اصحاب محجوب پوتے کی وکالت کیلئے اُٹھے، بعضون نے اسکی حمایت مین اخبارون مین مضامین بھی لکھے، کونسل مین بھی تحریک کی، لیکن قدامت پسند جماعت کے مقابلہ مین بہت جلد نوفل کی طرح جس نے مجنون کو بیاہنے کیلئے لیلیٰ کے قبیلہ پر چڑہائی کی تھی، ناکام میدان سے

لہ تنبیہ:- اس مضمون کی تنقید اور اصل مضمون کی تحقیق پر علمائے ذی الفضل مین سے کوئی بزرگ سنجیدگی اور دلائل کے ساتھ لکھینگے تو ہم اسکو شکریہ کے ساتھ شائع کرینگے

ہٹ گئے، اور یہ بیچارہ پوتا کہتا رہ گیا، ؎

وہ اس ادا سے روئے کہ پلکین بھی نم نہین　　ہم دل مین خوش کہ سبزۂ تربت ہرا ہوا

میرے دل مین ابتدا ہی سے جب سے مین نے فن وراثت کی تعلیم پائی تھی، یہ مسئلہ برابر کھٹکتا تھا، اور اسکی بڑی وجہ یہ تھی کہ میرے ایک پھوپی زاد بھائی جنکو بچپن ہی سے میرے باپ مان نے تربیت اور تعلیم مین میرا ہمراز و ہمنوا رکھا تھا اسی مسئلہ کا شکار رہتے، شیرخوارگی ہی کے زمانہ مین انکے والدین انتقال کر گئے تھے، لیکن دادا زندہ تھے، اور انکے اور بیٹے بھی تھے، بعد مین اگرچہ انکے نیکدل دادا نے اُنکی وراثت کے لئے باقاعدہ وصیت نامہ لکھدیا، لیکن برادر مرحوم کی جوانا مرگی نے ان سب جھگڑون کا خاتمہ کر دیا، میری توجہ اسی زمانہ سے اس مسئلہ کی طرف لگی رہی، اور متعدد دلائل سے میری سمجھ مین یہ بات آگئی کہ یہ مسئلہ مغز و منشاے اسلام کے خلاف ہے،

حال مین مولانا احمدالدین صاحب امرتسری کی تحریرون نے جنھون نے اپنے قرآنی دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ مسئلہ فقہ کی ایک ناقابل قبول غلطی ہے، میرے پرانے خیال کو ابھارا، اور مین نے اسکو قلمبند کر لینا مناسب سمجھا، اس مضمون کی تکمیل مین مجھے مولاناے موصوف کی تحریرون سے بہت کچھ مدد ملی،

محجوب الارث کا مسئلہ کوئی فرضی مسئلہ نہین ہے، بلکہ اکثر مشاہدہ مین آتا رہتا ہے، میرے پاس چونکہ فرائض کے سوالات بہت آتے ہین، اس وجہ سے اس مسئلہ سے بھی کبھی کبھی واسطہ پڑجاتا ہے، بعض دفعہ تو ایسی دردناک صورت پیش آگئی ہے کہ باپ کے سامنے وہی بیٹا اپنا کوئی معصوم بچہ چھوڑ کر مر گیا ہے جو اسکے بیٹون مین سب سے لائق اور کارگذار تھا، جس نے باپ کی خوب خدمت کی، اور اپنی کمائی سے اسکو غنی کر دیا، اور دوسرا بیٹا جو موجود ہے، وہ نہایت نالائق اور ناکارہ ہے، پھر دادا کے مرنیکے بعد وہ یتیم بچہ جو اپنے باپ کے ظل عاطفت سے پہلے ہی محروم ہو چکا تھا، اب اسکی پیدا کی ہوئی دولت سے بھی محروم

ہوجاتا ہے، اور سارا ترکہ وہی ناکارہ اور آوارہ بیٹا لے لیتا ہے، چنانچہ میرے ایک دوست جو بڑے نامور وکیل ہین، انکو جو واقعہ پیش آیا، انہین کی زبانی اسکو لکھتا ہون، ایک عورت انکے ہان چار چھوٹے بچون کو نہایت خستہ اور تباہ حالت مین لئے ہوے آئی اور رو رو کر اپنی دردبھری کہانی سنائی کہ سال گذشتہ طاعون مین میرا شوہر مرگیا، اب حال مین ان بچون کا دادا بھی گذر گیا، انکا ایک ہی چچا ہے جو نہایت نالائق اور آوارہ ہے، اس نے مجھے بچون سمیت گھر سے نکالدیا، میرا میکہ اس قابل نہین ہی کہ ان بچون کو لیکر وہان گذر کرسکون، آپ وکیل ہین، اللہ کے واسطے میری کچھ مدد فرمائیے، اور ان بچون کے دادا کی جائداد مین سے جو اچھی خاصی ہے، عدالت سے چارہ جوئی کرکے کچھ انکو دلائیے، وکیل صاحب کو رقت تو بہت آئی لیکن بجز اسکے کیا جواب دیسکتے تھے کہ افسوس ہی کہ تمہارے بچون کو اسلامی قانون وراثت کی رو سے کچھ نہین ملسکتا، اسلئے عدالت مین دعوی کرنا فضول ہے، آخر وہ بیچاری باچشم تر ان یتیم و مردہ معصومون کو لیکر واپس چلی گئی،

جب اس قسم کی پیش آنیوالی کوئی صورت نظر پڑتی ہے تو یہ لوگ یہ کوشش[1] کرتے ہین کہ دادا اپنی زندگی مین محجوب اولاد کو کچھ دیدے، کیونکہ چچاؤن سے امید کم ہوتی ہے، اور چونکہ فطرت نے اولاد پر شفقت کرنیکا مادہ انسان مین رکھا ہے، اسلئے اکثر حالتون مین دادا راضی ہوجاتے ہین، اور ان یتیمونکو تبرعاً و احساناً اپنے مال مین سے کچھ حصہ دیدیتے ہین، لیکن بعض سخت دل ایسے بھی ہوتے ہین جو صاف صاف کہدیتے ہین کہ "صاحب جب انکو اللہ نے نہین دیا تو ہم دینے والے کون"، اسوقت معلوم ہوتا ہی کہ ہمارے قانون وراثت کے مکمل ہونے کا دعوی جو کیا جاتا ہے وہ کہانتک بجا ہی کہ ایک بیکس یتیم بچہ اپنے بزرگون کی زندگی بھر کی کمائی سے محروم ہو رہا ہے، اور کوئی تدبیر بن نہین پڑتی، اسلئے کہ ایکطرف تو قانون وراثت اسکو محجوب الارث قرار دیتا ہے، اور دوسری طرف دادا کے اوپر اسکے لئے کوئی وصیت

[1] بعض مولوی اس کوشش کی بھی مخالفت کرتے ہین کیونکہ انکے خیال مین اس سے حقدارون کا حق زائل ہوتا ہی،

بھی فرض نہین کرتی،

اس صورت کو پیش نظر رکھکر یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ یہ قانون اس شفقت اور رحمت سے کہانتک مطابق ہے، جو اسلام مسلمانون مین پیدا کرنا چاہتا ہے، اسلام تو سراسر رحم و مہربانی ہی ہمارے ہادی اسلام صلے اللہ علیہ وسلم دنیا والون کے لئے رحمت اور بالخصوص یتیمون اور بیکسون کے لئے شفیق والدین سے بڑھکر تھے، آپ دنیا مین خود یتیم پیدا ہوے تھے، اور ابتدا ہی سے یتیمون سے اسقدر محبت اور الفت رکھتے تھے کہ جب مکہ معظمہ کی گلیون سے گذرتے تھے تو یتیم بچے اپنی دولت سمجھکر دوڑ دوڑ کے قدمون سے لپٹ جاتے تھے، چنانچہ آپکے چچا نے آپکی مدح مین جو اشعار کہے تھے، ان مین سے ایک شعر یہ تھا،

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ ثمال الیتامی عصمۃ للارامل

نورانی چہرہ والا جسکی برکت سے بارش طلب کیجاتی ہے یتیمون کا سرپرست اور بیواؤن کا نگہبان

تقریباً اسی مضمون کو مولانا حالی مرحوم نے اس بند مین باندھا ہے،

وہ نبیون مین رحمت لقب پانے والا مرادین غریبون کی بر لانے والا

مصیبت مین غیرون کے کام آنے والا وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

فقیرون کا ملجا، یتیمون کا ماوی

ضعیفون کا حامی، غریبون کا مولی

کسی دوسرے ملک مین شاید یہ قانون اتنا مضرت رسان نہ ثابت ہو جسقدر کہ ہندوستان مین ہے اسلئے کہ یہان مسلمانون مین بھی خاندان مشترکہ کا رواج ہے، یعنی پشتہا پشت تک لوگ ایک ساتھ رہ کر زندگیان گذارتے ہین[1]، اور بیٹون کی جو کچھ کمائی ہوتی ہے وہ جب تک باپ زندہ رہتا ہے، اسی کی ملکیت مین منضم ہوتی جاتی ہے،

[1] چنانچہ خود راقم کی پانچ پشتین ایک ساتھ رہتے گذر گئین اور اب بھی وہ اپنے بنی اعمام ہی کا ہم ملک و ہمخانہ و ہم پیالہ و ہم نوالہ ہے

اب اگر اتفاق سے کوئی بیٹا باپ کی زندگی ہی مین اپنا بچہ چھوڑکر مرجاتا ہے تو چونکہ اسکی کوئی جداگانہ ملکیت قائم نہین ہوتی اسلئے اسکا کچھ ترکہ ہی نہین قرار پاتا، اور سارا مال و منال بچہ کے دادا کے قبضہ و تصرف مین رہتا ہی پھر جب دادا مرتا ہی تو دوسرے حصہ دار بیچ مین آکر حائل ہوجاتے ہین جنکی وجہ سے وہ یتیم بچہ محجوب قرار پاجاتا ہے، اور خود اسکے باپ کے گاڑھے خون کی کمائی دوسرون کے ہاتھ مین چلی جاتی ہے

اب ہم اس مسئلہ پر تفصیلی بحث شروع کرتے ہین جس سے اسکی پوری حالت منکشف ہوجائیگی، اور معلوم ہوجائیگا کہ آیا یتیم اولاد حقیقت مین محجوب ہے بھی یا نہین ہم جہانتک غور کرتے ہین قرآن اور حدیث تو خیر خود فقہ بھی اصولاً انکو محجوب نہین کرتی ہے فقہا نے حجب حرمان کو صرف دو اصول پر مبنی قرار دیا ہے،

(۱) جو شخص مورث کے ساتھ کسی دوسرے شخص کے واسطہ سے رشتہ رکھتا ہو تو جب تک وہ درمیانی شخص موجود ہی یہ وراثت نہین پاسکتا،

(۲) الاقرب فالاقرب - یعنی قریب کا رشتہ دار دُور کے رشتہ دار کو محروم کرتا ہے، اصل الفاظ سراجی کے یہ ہین،

وهو (حجب الحرمان) مبنی علی اصلین احدهما ان کل من یدلی الی المیت بشخص لا یرث مع وجود ذالک الشخص ..... والثانی الاقرب فالاقرب

حجب حرمان دو اصول پر مبنی ہے، پہلا یہ کہ جو شخص میت سے کسی کے واسطہ سے قرابت رکھتا ہو تو اس واسطہ کی موجودگی مین وارث نہین ہوگا، اور دوسرا الاقرب فالاقرب یہ

پہلا قاعدہ جسکو مختصر لفظون مین یون کہہ سکتے ہین؛

واسطہ کی موجودگی مین ذی واسطہ وارث نہین ہوتا،

یتیم پوتے کو کسی طرح محروم نہین کرتا، اسلئے کہ پوتے کو دادا کے ساتھ جو رشتہ ہے وہ بواسطہ باپ کے ہے، اور جب جو واسطہ تھا موجود ہی نہین ہی تو پھر پوتا کیون محروم ہونے لگا،

دوسرا قاعدہ الاقرب فالاقرب ہے، اسی مین غلط فہمی واقع ہوئی ہے، اسکے ظاہری معنی کا خیال کرکے لوگون نے یہ سمجھا کہ بیٹا جو قریبی رشتہ دار ہے، یتیم پوتے کو جو اس سے دور کا رشتہ دار ہے محجوب کردیگا،

درصل یہی اور صرف یہی ایک قاعدہ ہے جسکی بنیاد پر یتیم اولاد محجوب قرار دیجاتی ہے، لہذا ہم اپنی تمام بحث کا مرکز بھی اسی قاعدہ کو قرار دیتے ہین، اگر یہ قاعدہ الاقرب فالاقرب اپنے ظاہری معنون مین رکھا جائے یعنی یہ کہ مطلقاً درجہ کے لحاظ سے جو قریب ہو وہ بعید کو محروم کردے تو وراثت کے بہت سے مسلمہ اور اجماعی مسائل ٹوٹ جائین گے۔

مثال نمبر ۱، ـــــــ زید مسئلہ ۶

دادا	بیٹا
۱	۵

اس مثال مین بیٹے کی موجودگی مین دادا کو حصہ ملاہے حالانکہ بیٹا میت سے بہ نسبت دادا کے اقرب ہے، کیونکہ بیٹا بلاواسطہ اس سے رشتہ رکھتا ہے، اور دادا بواسطہ باپ کے اسکا رشتہ دار ہے۔

مثال نمبر ۲، ـــــــ زید مسئلہ ۶

باپ	بیٹا	پڑنانی
۱	۴	۱

یہان بیٹے اور باپ کے ہوتے پڑنانی حصہ لیگی جو نہایت دور کی رشتہ دار ہے،

حضرت عمر رضی اللہ عنہ[لہ] کو یہی تعجب تہا کہ بھتیجا پھوپھی کا وارث ہوتاہے، اور پھوپھی بھتیجے کی وارث نہین ہوتی، لیکن اگر موجودہ فقہ انکے سامنے ہوتی تو انکو اور بھی حیرت ہوتی کہ نانی بلکہ پڑنانی تک تو نواسے کے ترکہ مین سے حصہ پاتی ہے اور نواسا ان مین سے کسی کا بھی ترکہ نہین پاتا[۵۲]، دادا محجوب الارث

[لہ] چنانچہ کنز العمال مین ہے کہ وہ پھوپھی اور خالہ کو محروم نہین کرتے تھے [۵۲] تعجب پر تعجب یہ ہے کہ ماں جو کمزور وارث ہے وہ تو دادی کو محروم کردیتی ہے اور باپ جو قوی وارث ہے نانی کو نہین محروم کرسکتا،

پوتے کا وارث ہوتا ہے اور محجوب لارث پوتا دادا کا وارث نہین ہوتا،

مثال نمبر۳، مسئلہ زینب مسئلہ ۶

دو علاتی بہائی	دو حقیقی بہائی	دو اخیافی بہائی	مان	شوہر
محروم	محروم	۲	۱	۳

اس مثال مین کسی قاعدہ کا لحاظ نہین رکہا گیا، حجب حرمان کا پہلا قاعدہ یہ چاہتا تہا کہ دونون مادری بہائی جو ماں کے واسطہ سے رشتہ رکہتے ہین اسکی موجودگی مین محروم ہون لیکن نہین ہوسے، دوسرا قاعدہ بہی یہی چاہتا تہا کہ مان جو قریبی رشتہ دار ہے، مادری بہائیون کو محروم کردے لیکن نہین کر سکی، حقیقی اور علاتی بہائی جو قوت قرابت کے لحاظ سے اقوی اور اقرب تھے، وہ بہی اخیافون کو نہین محروم کرسکے بلکہ انکی وجہ سے اُسٹے خود محروم ہو کر کہنے لگے،

یہان ہم بدنصیبون کے جو حصہ مین نہین آتی　　　　الٹی رہ گئی کیا خوبی قسمت وہین بنکر

دنیا مین کون شخص ہے جو کہہ سکتا ہے کہ حقیقی بہائیون کو محروم کرکے اخیافی بہائیون کو حصہ دیدینا جو نیادہ تر اپنے کنبہ کے بہی نہین ہوتے، کسی معقول قانون وراثت پر مبنی ہے[۵]، یہ سوچنے کی بات ہے کہ

---

[۵] اصل بنیاد اسکی یہ ہے کہ اس آیت مین "وان کان رجل یورث کلالۃ او امرءۃ ولہ اخ او اخت" ابی بن کعب کی قراۃ کے مطابق اخ - اخت کے بعد "لاُمّ" کا اضافہ کرکے فقہائے اخیافیونکو ذوی الفروض مین داخل کردیا، اسلئے حقیقیون سے جو عصبہ ہین اُنکا حق مقدم ہوگیا،

لیکن اس آیت کے جو معنی قرار دیئے گئے ہین وہ بوجوہ ذیل ٹہیک نہین،

۱ - ابی بن کعب جنکی قراۃ کے مطابق معوذتین قرآن سے خارج ہین، انکے "لاُمّ" قرات کی روایت جہانتک ہمکو معلوم ہے بیہقی نے لکہی ہے، جنکی تصنیفات کتب حدیث مین طبقۂ ادنیٰ کی ہین،

۲ - یہ قراۃ بمقابلہ قراۃ متواترہ کے بالاتفاق تمام امت کے نزدیک نامقبول ہوئی، اور کسی نے لاُمّ نہین پڑہا، لہذا اس سے استدلال کرنا اسکو ایک ساتھ ہی نامقبول اور مقبول دونون قرار دینا ہے،

جس رشتہ سے اخیافی وارث بنائے گئے ہین حقیقیون مین اگر باپ کے رشتہ کا نہ بھی خیال کیا جاے تو
کم سے کم وہ رشتہ تو ضرور موجود ہے پھر انکو محروم کرنیکے کیا معنی! غرض فقہا بعض جگہ دو قرابت والون کو
ایک قرابت والے سے اقوی قرار دیکر حصہ دلاتے ہین، لیکن یہان اسکے برعکس معاملہ ہے،

مثال نمبر ۴، مسـ زید مسئلہ ۱۸

سکڑپوتا	سکڑپوتی	پڑپوتی	دو پوتیان	دو بیٹیان
۲	۱	۱	۲	۱۲

اس مسئلہ تشبیب مین بیٹیان اقرب ہین، انکی موجودگی مین پوتی، پڑپوتی، سکڑپوتی سب کو محروم
ہونا چاہیئے، لیکن بخلاف اسکے پوتی، پڑپوتی، سکڑپوتی، سکڑپوتا جو سب نیچے اوپر مختلف درجہ کے ہین
آپس مین ایک دوسرے کے بھائی بہن قرار دیئے گئے، اور سبکو ترکہ مین سے حصہ ملگیا،

(بقیہ حاشیہ صفحہ دیگر) فقہا اور مفسرین "لہ" کی واحد مذکر غائب کی ضمیر کو رجل اور امراۃ دونون کی طرف راجع کرتے
ہین جبمین سے امراۃ مونث حقیقی ہے وہ کبھی اسکا مرجع ہو ہی نہین سکتی، اس صورت مین لھما یا لکلّ واحدٍ منھما چاہیئے تھا
علاوہ برین "یورث" کے بعد منہ بلا وجہ بڑہانا پڑتا ہے،

۴ - توریث کلالہ والی آیت مین جو آخر سورہ مین ہے، لہ اخت کے الفاظ بعینہ یہی ہین، وہان انکو اولاد والا حصہ
دیا گیا ہے، اس آیت مین بھی اگر بھائی اور بہن ہی کا حصہ ہوتا تو اس سے اختلاف ہوتا، آیت کے کھلے ہوے معنی یہ ہین :-

"اگر کوئی مرد کسی کلالہ کا وارث بنایا جاے یا کوئی عورت بحالیکہ اس کلالہ کے کوئی بھائی یا
بہن ہو تو اس مرد یا عورت مین سے ہر ایک کو ایک ایک سدس ملیگا،

"لہ" کی ضمیر کا مرجع کلالہ ہے اور لکل واحد منھما مین تثنیہ کی ضمیر رجل و امراۃ کی طرف راجع ہے نہ کہ اخ و اخت کی طرف،
یہان بھائی یا بہن کا حصہ مطلقاً بیان نہین کیا گیا ہے بلکہ اللہ تعالے نے نسبی اور سببی رشتہ دارون مثلاً موالی الموالات
یا مقرلہ بالنسب وغیرہ کا حصہ بیان کیا ہے، یورث باب افعال سے ہے مجرد سے نہین ہے،

له امام مزنی کی کتاب المختصر مین ہے کہ اس صورت مین حضرت عمر حقیقیون کو نہین محروم کرتے تھے،

لیکن ایک بدبخت یتیم پوتا ہی ہے جو اپنے باپ کی عدم موجودگی مین اسکے بجاے اپنے چچا کا بہائی نہین قرار دیا جا سکتا،

لبت شکرستان داد وحشیت می بہ بیخواران — ستم کرد غایت حرمان نہ با آنم نہ با اینم

ان متعدد او مختلف قسم کی مثالون سے صرف یہ دکہانا مقصود تہا کہ قاعدہ الاقرب فالاقرب اپنے ظاہری معنی مین یعنی یہ کہ مطلقاً درجہ کے لحاظ سے جو قریب ہی وہ بعید کو محروم کردے نہین لیا جا سکتا ورنہ تمام اعتراضات مذکورہ وارد ہوتے ہین،

ان اعتراضات سے بچنے کیلئے یہ جواب دیا گیا کہ یہ قاعدہ یعنی الاقرب فالاقرب صرف عصبات مین ہے ذوی الفروض مین جاری نہین ہوتا، لیکن پھر اسپر بھی اعتراضات پڑتے ہین کہ اچہا بالفرض اگر یہ قاعدہ صرف عصبات مین ہی اور ذوی الفروض مین نہین ہے تو جدات جو ذوی الفروض ہین، ان مین قریب بعید کو کیون محروم کرتی ہے، چنانچہ سراجی مین ہے،

والقربیٰ من ای جہۃ کانت تحجب البعدیٰ — جدہ قریبہ خواہ کسی طرف کی ہو جدہ بعیدہ کو خواہ من ای جہۃ کانت — کسی طرف کی ہو محجوب کردیگی،

نیز بیٹیان پوتیون کو اور حقیقی بہنین جب ذوی الفروض ہوتی ہین تو علاتی بہنون کو کس قاعدے سے محروم کرتی ہین؟

ان اعتراضات سے مجبور ہوکر پھر فقہا نے تسلیم کیا کہ الاقرب فالاقرب کا قاعدہ ذوی الفروض مین بھی ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ جن رشتہ دارون کی وراثت کا سبب متحد ہے اُن مین قریب بعید کو محجوب کرتا ہے یعنی مان، نانی، پڑنانی، دادی، پڑدادی ان سب کے وارث ہونیکا سبب "اموت" ہے جو سب مین یکسان پایا جاتا ہے، اسلئے ان مین سے جو قریب ہوگی وہ بعید کو محروم کردیگی، نیز بیٹیون اور پوتیون مین بھی سبب وراثت متحد ہے، یعنی "بنتیت" اسوجہ سے بیٹیون کی موجودگی مین پوتیان محروم ہوجائینگی، علیٰ ہذا حقیقی بہنین بھی بوجہ اتحاد سبب وراثت اور قرب کے علاتی بہنون کو محجوب کرینگی۔

یہانتک آکر نقا اس بحث کو ختم کردیتے ہین، اور گویا یہ قاعدۂ دوم یعنی الاقرب فالاقرب اُنکے خیال مین اپنی جگہ پر مضبوط اور مستحکم ہوگیا، لیکن ابھی اعتراضات اور باقی ہین اور بلا اسنکے جوابات دیئے ہوئے یہ عقدۂ مشکل حل نہین ہوسکتا،

پہلا اعتراض یہ ہے کہ اتحاد سبب وراثت کو جب ترکہ دلانے مین دخل نہین ہے تو محروم کرنے مین کیسے دخل ہوگیا، مثال نمبر ۲ مین اخیافی بھائیون مین جو سبب وراثت پایا جاتا ہے وہی حقیقیون مین بھی موجود ہے، پھر بھی حقیقی محروم کیے گئے اور اخیافیون کو ترکہ دیا گیا،

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اتحاد سبب وراثت کو جب حرمان مین اگر کوئی دخل ہے تو پھر ذوی الفروض ہی کے ساتھ اسکو کیا خصوصیت ہے، عصبات مین بھی یہی شرط لگانی چاہیئے،

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اچھا ہم نے آپکے اس مشروط قاعدہ کو تسلیم کرلیا کہ ذوی الفروض مین الاقرب فالاقرب کا قانون اسوقت جاری ہوگا، جب ان مین سبب وراثت متحد ہوگا، لیکن مندرجہ ذیل مثالون مین یہ قاعدہ بھی ٹوٹ جاتا ہے،

مثال نمبر ۱ میت زید مسئلہ ۶

بیٹی	پوتی	بھتیجا
۳	۱	۲

یہان بیٹی اور پوتی کا سبب وراثت متحد ہے، اور یہ دونون ذوی الفروض مین سے ہین، پھر بھی بیٹی نے جو اقرب ہے پوتی کو محروم نہین کیا،

مثال نمبر ۲ میت زید مسئلہ ۶

حقیقی بہن	علاتی بہن	بھتیجی
۳	۱	۲

اس صورت مین بھی حقیقی اور علاتی بہنون کی وراثت کا سبب متحد ہے اور دونون ذوی الفروض مین چاہیئے تھا کہ حقیقی علاتی کو بوجہ اقرب ہونے کے محجوب کرتی،

علاوہ برین عصبات مین جہان آپنے قاعدہ الاقرب فالاقرب کو بلاکسی قید کے رکھا ہے وہان ہم دیکھتے ہین کہ باوجود اتحاد سبب وراثت کے بھی قریب بعید کو محجوب نہین کرتا۔ مثلاً مسئلہ تشبیب کو لیجئے جو مثال نمبر ۳ مین دکھلایا گیا ہے اسمین پوتی، پڑپوتی، سکڑوتی سب کے وارث ہونیکا سبب متحد ہے بلکہ چونکہ وہ سب اپنی سب سکڑوتے کی وجہ سے عصبہ بنائی گئی ہین، اسوجہ سے انکے عصبہ ہونیکا بھی سبب ایک ہی ہے، پھر بھی ان مین قریب نے بعید کو محجوب نہین کیا، بلکہ ان سبکو ایک ہی درجہ مین رکھکر یکسان حصہ دیدیا گیا،

اسی طرح جب عصبہ اور ذوی الفروض کا باہم اجتماع ہوتا ہے تو کہین فقہ اس قاعدہ کو جاری کرتی ہے اور کہین نہین کرتی، بیٹا عصبہ کے ساتھ پوتی صاحبۂ فرض محروم ہوجاتی ہے، لیکن باپ عصبہ کے ساتھ نانی صاحبۂ فرض محروم نہین ہوتی،

الغرض یہ صاف روشن ہوگیا کہ الاقرب فالاقرب کا قاعدہ جس معنی مین فقہانے استعمال کیا ہے کسی تاویل سے ٹھیک نہین ہوتا، بلکہ ہر پہلو سے خود انہین کے مسلمات سے ٹوٹ جاتا ہے، لہذا ایسے غیر مسلم قاعدہ سے یتیم اولاد کو محجوب کرنا کیونکر جائز ہوسکتا ہے،

اصلیت یہ ہے کہ الاقرب فالاقرب کے قاعدہ مین اقرب کا ظاہری مفہوم اگر مراد لیا جاے یعنی یہ کہ مطلقاً درجہ کے لحاظ سے جو قریب ہو وہ بعید کو محجوب کردے تو یہ قاعدہ ایک قدم بھی نہین چل سکتا، یہان اقرب سے بجز اسکے کچھ مراد نہین لیا جاسکتا کہ:-

"اقرب وہ رشتہ دار ہے جو بلا واسطہ مورث سے رشتہ رکھتا ہو یا بالواسطہ لیکن بروقت وفات مورث کے وہ واسطہ موجود نہو،

جس طرح کہ میت کے مرنیکے وقت اگر اسکا باپ موجود نہین ہے تو دادا بجاے باپ کے رکھا جاتا ہے، اسلئے کہ بیچ مین جو واسطہ تھا یعنی باپ جسکی وجہ سے دادا محجوب ہوجاتا تھا وہ نہین ہے، لہذا دادا اس واسطہ کی

عدم موجودگی سے خود اقرب ہوگیا، اور اب کوئی اقرب خواہ وہ بیٹا ہی کیون نہو دادا کو محجوب نہین کرسکتا،

اسی طرح مورث کی وفات کے وقت اگر اسکا کوئی یتیم پوتا ہے تو وہ اپنے متوفی باپ کی جگہ کہا جائیگا اور وہی حصہ لیگا جو اسکے باپ کا تہا، مورث کا جو بیٹا موجود ہے وہ اسکو محجوب نہین کرسکتا، اسلئے کہ واسطہ کی عدم موجودگی سے وہ خود اقرب ہوگیا ہے،

تعجب ہی کہ دادا کے معاملہ مین تو فقہا اقرب کا یہی مفہوم لیتے ہین، لیکن پوتے کے معاملہ مین نہین، پوتے کی بدنصیبی کے سوا اسکی کوئی وجہ ہماری سمجھ مین نہین آتی،

من ازین طالع شوریدہ برنجم ورنہ   بہرہ مند از سر کویت دگرے نیست کہ نیست

ایک بات یہ بھی غور کے قابل ہی کہ جس بیٹے کی موجودگی کی وجہ سے یتیم پوتے کو فقہا محجوب قرار دیتے ہین، وہ بیٹا صرف ایک ہی طرف سے کیون حاجب ہوتا ہے، یعنی صرف پوتے ہی کو دادا کے ترکہ سے کیون محجوب کرتا ہے، دادا کو اس پوتے کے ترکہ سے کیون نہین محجوب کرتا، بلکہ دادا کی وجہ سے اُلٹا خود ہی محروم ہوجاتا ہے،

حاصل یہ کہ اقرب کا سوائے اسکے جو ہم نے اوپر لکھا ہے، اور کوئی مفہوم ہو ہی نہین سکتا، یہی معنی لینے سے الاقرب فالاقرب کا قاعدہ جو تقسیم وراثت مین اصل الاصول اور بنیادی قانون ہے، اپنی جگہ پر ٹھیک بیٹھ جاتا ہے۔

محجوب پوتے کو وارث بنانے پر ظاہر مین جو شبہات ہوسکتے ہین، ہم انکو خود ہی لکھکر انکے جوابات بھی دیدیتے ہین تاکہ اس مسئلہ کی اچھی طرح توضیح ہوجائے،

شبہہ اول

محجوب پوتے کو قرآن شریف کی رو سے کیسے ترکہ دیا جاسکتا ہے اسمین تو کہین پوتے کا ذکر نہین، صرف اولاد کا لفظ ہے جسکے معنی بیٹا بیٹی کے ہین۔

جواب

اسکا الزامی جواب یہ ہے کہ غیر محجوب پوتون کو فقہا بھی تو ترکہ دلاتے ہین پس جو آیت انکی وراثت کی دلیل قرار دیجائیگی وہی ہماری بھی دلیل ہوگی،

تحقیقی جواب یہ ہے کہ اولاد کا لفظ جو قرآن شریف مین ہے اسکے معنی صرف بیٹا بیٹی کے نہین ہین بلکہ نیچے تک تمام اولاد اسمین داخل ہے، اولاد کی اولاد بھی اولاد ہی ہے، تفسیر خازن مین آیت "ولھن الربع مما ترکتم" کے ذیل مین لکھا ہے،

اسم الولد یطلق علے الذکر والانثی ولا فرق بین الولد وولد الابن وولد البنت فی ذالک،

ولد کا لفظ مذکر و مونث دونون کے لیے بولا جاتا ہے اور اسمین اولاد، اور بیٹے کی اولاد اور بیٹی کی اولاد مین کوئی فرق نہین،

فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۱۲ صفحہ ۸ مطبوعہ مصر مین ہے،

الولد اعم من الذکر والانثی ویطلق علی الولد الصلب وعلی ولد الولد وان سفل

ولد کا لفظ مذکر اور مونث دونون سے عام ہے اور صلبی اولاد اور نیچے تک اولاد کی اولاد پر بولا جاتا ہے،

فقہا بھی اسکے ساتھ متفق ہین، اور ولد مین ولد الابن کو داخل سمجھتے ہین، شریفیہ شرح سراجی صفحہ ۲۶ مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ مین ہے،

وولد الابن داخل فی الولد لقولہ تعالے یا بنی ادم،

اولاد مین بیٹے کی اولاد بھی داخل ہے کیونکہ ہمکو اللہ تعالی نے بنی آدم کہا ہے،

آیت توریث مین جہان جہان بھی ولد کا لفظ آیا ہے بجز ایک جگہ کے جو کلالہ والی آیت مین ہے ہر جگہ بالاتفاق فقہا نے نیچے تک تمام اولاد نرو مادہ کو اسمین داخل سمجھا ہے۔ مثلاً

فان کان لھن ولد فلکم الربع

"اگر انکی (تمہاری بیویون کی) کوئی اولاد ہو تو انکے ترکہ

مما ترکن۔ مین سے تمکو چوتھائی ملیگا،

فقہا مین سے ایکنے بھی یہ نہین کہا ہے کہ بیویان جب بیٹا یا بیٹی چھوڑکر مرین، اسیوقت شوہرون کو چوتھائی ملیگا، بلکہ سب کا اتفاق ہے کہ بیوی، پوتا، پوتی، پڑپوتا، پڑپوتی کسی کو بھی اگر چھوڑے تو شوہر کو چوتھائی ملیگا، آیت توریث کلالہ مین جو ایک جگہ ہم نے مستثنی کی ہے وہان بھی فقہا نے اپنے ایک قرارداد اصول سے مجبور ہوکر (جو بہت کچھ بحث کے قابل ہے) صرف نرا اولاد کو مراد لیا ہے پوتا وہان بھی خارج نہین ہے، اولاد تو پھر بھی ایک عام لفظ ہے ابن و بنت کے الفاظ جو عربی زبان مین خاص بیٹا بیٹی کے لئے وضع کئے گئے ہین، وہ بھی قرآن شریف مین کئی جگہ وسیع معنون مین مستعمل ہوئے ہین، اور نیچے تک کی تمام اولاد کو شامل ہین، جا بجا قرآن شریف مین اللہ تعالی نے ہمکو "یا بنی آدم" کہکر خطاب کیا ہے بیسیون نسلین حضرت یعقوب کی گذر گئی تھین، لیکن انکی اولاد قرآن مین یا بنی اسرائیل کہکر پکاری گئی، دور کیون جایئے خود آیت وراثت ہی کے ایک رکوع کے بعد ہے، حرمت علیکم امھاتکم و بنا تکم یہان بنات کے لفظ کو تمام فقہا نے بیٹیون، پوتیون، پڑپوتیون یہانتک کہ نواسیون پر بھی شامل تسلیم کیا ہے، اسلئے آیت وراثت مین جو اولاد کا لفظ ہے اسمین یقیناً پوتا داخل ہے اور کسی طرح خارج نہین ہوسکتا۔

شبہہ دوم

جب محجوب پوتے کو وراثت دلائی جاتی ہے تو پھر سب پوتے برابر ہین، ہر ایک کا رشتہ دادا کے ساتھ یکسان ہے، لہذا صرف وہی پوتا کیون دادا کا ترکہ پائے جسکا باپ دادا سے پہلے مرگیا ہے وہ پوتے بھی کیون نہ وارث ہون جنکے باپ موجود ہین،

جواب

جن پوتون کے باپ موجود ہین، اصل مین محجوب وہی پوتے ہین، کیونکہ انکے باپ خود انکے اور انکے دادا کے درمیان حاجب ہین، نہ وہ دادا کا ترکہ پوتے کو پہنچنے دیتے ہین اور نہ پوتے کا ترکہ دادا کو بلکہ دونون

طرف سے بیچ مین خود ہی وارث بنجاتے ہین، اسلئے وہ پوتے جنکے باپ موجود ہین دادا کے مرنے پر اقرب نہین ہو سکتے، بخلاف اس پوتے کے جسکا باپ مرگیا ہے کیونکہ واسطہ کی عدم موجودگی کی وجہ سے وہ دادا کا اقرب ہو جائیگا، اسلئے وارث ہوگا، بعینہ اسکی مثال ایسی ہی جس طرح کوئی شخص نانی، دادی اور باپ کو چھوڑکر مرجاے، ظاہر ہے کہ دادی کو میت کے ساتھ جو رشتہ ہے وہ کسی طرح پر نانی کے رشتہ سے کم نہین ہے، لیکن بوجہ اسکے کہ باپ درمیان مین حاجب موجود ہے دادی محجوب ہوجاتی ہے اور نانی حصہ پاجاتی ہے، کیونکہ نانی اور مورث کے درمیان کوئی حاجب موجود نہین ہے،

شبہہ سوم[لہ]

بیٹا اور پوتا دونون عصبہ ہین، اور عصبات مین یہ قاعدہ ہے کہ ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ بچتا ہے وہ "اولی رجل ذکر" یعنی قریب ترین مرد نر کو دیا جاتا ہے، اسلئے بیٹے کے ہوتے ہوے اس قانون کی رو سے یتیم پوتے کو کچھ نہین ملیگا،

جواب

اگر عصبات مین "اولی رجل ذکر" کو آپ بطور قانون کلی کے قرار دیتے ہین تو خود کیون اسکو جابجا توڑتے ہین، مثلاً

زید مسئلہ ۳

میت

دو بیٹیان	بہن	بھتیجا
۲	۱	محروم

اس مثال مین بیٹیان ذوی الفروض ہین، انکو دو ثلث دینے کے بعد جو کچھ بچا تھا وہ اس قاعدہ کی رو سے بھتیجے کو جو اقرب ترین مرد نر ہے ملنا چاہیے تھا، لیکن وہ تو محروم کردیا گیا، اور بہن جو زن مادہ ہے بقیہ کی وارث ہوگئی، علی ہذا مسئلہ تشبیب یعنی مثال نمبر ۴ کو دیکھیے اسمین مرد نر اور زن مادہ سبکو ایک ساتھ وارث بنایا گیا ہے

لہ یہ شبہہ علماے اہل حدیث کی طرف سے کیا گیا ہے،

کیا قانون کلّی ایسے ہی ہوا کرتے ہین جو قدم قدم پر ٹوٹ جایا کرین؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث؛ الحقوا الفرائض باھلھا فما بقی فھی لاولی رجل ذکر؛ ذوی الفروض کو انکے حصے دیکر بقیہ قریب ترین مرد کو دیدو، کسی خاص مسئلہ کے متعلق فرمائی گئی ہے، مثلاً یہ صورت فرض کیجئے کہ کوئی شخص ماں، بیٹی، باپ، چچا، اور بھائی کو چھوڑ کر مرگیا، اسکے بارہ مین یہ فرمانا بالکل صحیح ہے کہ ذوی الفروض کے حقوق دیکر جو کچھ بچے قریب ترین مرد کو دیدو، لیکن اسکو ایک عام اصول قرار دے لینا صریحاً قرآن کے منافی ہے مثلاً

مثال نمبر ۱ میت زید مسئلہ ۶ / ۱۸

ماں	بیٹی	بیٹا
۳	۵	۱۰

یہاں ماں کو ایک ثلث دینے کے بعد آپکے اس قانون کلی کے مطابق بقیہ پانچ ثلث بیٹے کو ملنا چاہیئے، لیکن قرآن شریف اسکے برخلاف اس صورت مین بیٹا اور بیٹی دونون کو وارث بناتا ہے اور بیٹے کا نصف بیٹی کو دلاتا ہے،

مثال نمبر ۲ میت زید مسئلہ ۶ / ۱۸

ماں	بیٹی	بہن	بھائی
۳	۹	۲	۴

اس صورت مین ماں اور بیٹی جو ذوی الفروض ہین، انکا حصہ دینے کے بعد بقیہ بھائی کو ملنا چاہیئے تھا کیونکہ وہ "اولی رجل ذکر" ہے، لیکن قرآن شریف بھائی اور بہن دونون مین للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق ترکہ تقسیم کرنیکا حکم دیتا ہے، اب سوچئے کہ یہ حدیث جسکی صحت پر تمام اہل سنت والجماعت متفق ہین قانون کلی قرار دینے سے قرآن شریف کے خلاف پڑتی ہی اور غلط ہوئی جاتی ہی اسلئے یقیناً یہ کسی خاص مسئلہ ہی کے متعلق ہوسکتی ہے یہاں ایک امر اور غور کے قابل ہی کہ آپ جہاں اسکو قانون کلی قرار دیتے ہین کہ بقیہ "اولی رجل ذکر" کو ملنا چاہیئے وہاں اس حدیث کو بھی قانون کلی ہی سمجھتے ہین کہ "اجعلوا الاخوات مع البنات عصبة" بہنون کو بیٹیون کے ساتھ عصبہ بنادو"

اس مثال نمبر ۲ مین بتایئے تو سہی کہ آپنے اپنے ان دونون کلی قوانین مین سے کس پر عمل کیا ہی؟

شبہہ چہارم

صحیح بخاری کتاب الفرائض مین ہے، ولا یرث ولد الابن مع الابن -

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹے کی موجودگی مین پوتا وراثت نہین پاتا،

جواب

اس جملہ کے معنی تو یہ ہوے کہ بیٹے کی اولاد خود اس بیٹے کی موجودگی مین وراثت نہین پاتی اسلئے کہ اس جملہ مین دونون جگہ لفظ ابن پر الف لام تعریف کا ہے، اور اصول فقہ مین یہ قاعدہ مقرر ہے کہ ایسی صورت مین دونون سے مراد ایک ہی ذات ہوتی ہے، چنانچہ نورالانوار مین ہے،

المعرفة اذا اعیدت کانت الاولی عین الثانیة، معرفہ جب دوبارہ لایا جائیگا تو پہلا بعینہ دوسرا ہوگا،

چنانچہ اسی بنیاد پر یہ بھی لکھا ہے کہ اس آیت مین

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ، بقیناً دشواری کے ساتھ آسانی ہی یقیناً دشواری کے ساتھ آسانی ہے

عسر ایک اور یسر دو سمجھے گئے ہین، اور سند مین شاعر کا یہ شعر پیش کیا ہے،

اذا اشتدت بك البلویٰ ففکر فی الم نشرح فعسر بین یسرین اذا فکرته فافرح

جب تجھپر بلاؤن کی شدت ہو تو الم نشرح کی سورۃ مین غور کرو کیونکہ ایک دشواری دو آسانیون کے درمیان ہے، یہ سوچکر خوش ہو جاؤ

اصول فقہ کی رُو سے اسکے معنی یہی ہوے کہ بیٹے کی موجودگی مین خود اسکی اولاد محروم رہتی ہی یہ نہین کہ کسی بیٹے کی موجودگی مین بیٹون کی اولاد حصہ نپاے، اسلئے یہ ہمارے مدعا کے مخالف نہین ہی بلکہ مطابق ہے،

علاوہ برین یہ حدیث نبوی نہین ہی صرف حضرت زید بن ثابت کا قول ہی، اور تفسیر و حدیث کی کتابون کے مطالعہ سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم وراثت کے مسائل مین اکثر راے رکھتے تھے، اور ان مین باہم ایک دوسرے سے اختلاف ہوجاتا تھا، چنانچہ کئی مسئلون مین حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت زید بن ثابت مین

اختلاف واقع ہوا ہے اور ایک نے دوسرے کی رائے کو نہین تسلیم کیا، فتح الباری مین جد کے متعلق ایک قول نقل کیا ہے
حضرت عمرؓ نے اسکی وراثت کے بارے مین اپنے زمانے مین ستر فیصلے کئے اور سب ایک دوسرے سے مختلف تھے،

شبہہ پنجم

امام بخاری نے بھی باب باندھا ہے کہ بیٹے کی موجودگی مین بیٹے کی اولاد وراثت نہین پاتی،

جواب

بیشک، لیکن جو دلیلین وہ اسکے اوپر لاتے ہین وہ ایک تو یہی حضرت زید بن ثابت کا قول ہی جسکے متعلق تفصیل کے ساتھ ہم لکھ چکے ہین، دوسری "اولیٰ رجل ذکر" والی حدیث ہے، جسکے بارہ مین ہمنے ثابت کردیا ہے کہ وہ صرف کسی جزئی مسالہ کا حکم ہے، قانون کلی نہین ہوسکتی،

شبہہ ششم

جب بڑے بڑے علما و فقہاے امت نے جنکی بزرگی اور علمی عظمت کو تم خود تسلیم کرتے ہو اپنی کتابون مین تصریح کے ساتھ لکھدیا ہو کہ بیٹے کی موجودگی مین یتیم اولاد محجوب ہوتی ہی تو پھر تم اس مسئلہ کو کیون تسلیم نہین کرتے،[1]

جواب

ان تصریحات سے مین بھی واقف ہون، لیکن فقہی مسائل مین ہمکو ہر ایک فقیہ سے خواہ وہ کتنا ہی معظم و محترم کیون نہو اختلاف کرنیکا حق حاصل ہے اور خاصکر اس مسئلہ مین جسکی عدم صحت کے قوی دلائل ہمارے پاس موجود ہون، ایسے تنازع کی صورت مین قرآن شریف یہ حکم دیتا ہے،

فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول	جو تم کسی بات مین آپس مین جھگڑ پڑو تو اللہ اور رسول کی
ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر،	طرف رجوع کرو اگر اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو،

اسلئے تاوقتیکہ قرآن شریف کی کسی آیت سے اس مسئلہ کا ثبوت ندیا جاے یا کوئی حدیث صحیح یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

[1] یہ بات میرے جواب مین مدرسہ دیوبند کے مفتی صاحب نے لکھی ہے۔

زمانہ کا کوئی فیصلہ پیش نہ کیا جائے اسوقت تک ہم کیونکر ایسا مسئلہ تسلیم کرین جو اسلامی شفقت بلکہ انسانی فطرت کے بھی خلاف معلوم ہوتا ہے، اور جسکے مان لینے سے دشمنان اسلام کو اسلام کے قانون پر اعتراض کرنیکا موقع ملتا ہے، علماے امت نبی تو نہین ہین کہ معصوم ہون، چنانچہ خود ان مین بیشمار اختلافات ہین، قطعی حجت صرف کلام اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہی ہے اور بس، قرآن اور حدیث دونون متوفی بیٹے کی اولاد کو قطعاً محروم نہین کرتے، فقہ مین اقرب کا صحیح مفہوم متعین نہین کیا گیا، جسکی وجہ سے یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ یتیم اولاد محجوب قرار پاگئی حالانکہ خود فقہا کے یہان اسکے خلاف مثالین موجود ہین، مثلاً بیٹی کے ساتھ پوتی کو بھی وہ حصہ دلاتے ہین، نیز پوتی پڑپوتی سکڑپوتی سب کو ایک درجہ مین رکھکر برابر ترکہ دیتے ہین، لیکن یتیم اولاد کے بارے مین اگر یک قلم حجب حرمان کا فرمان صادر کردیتے ہین،

باکہ این نکتہ توان گفت کہ آن شیرین لب　　　کشت مارا و دم عیسے مریم با اوست

یتیم اولاد کو خاندان مشترکہ سے خارج کردینا اور انکو ہمیشہ کے لیے انکے آبا و اجداد کی جائداد و ملکیت سے محروم کردینا ایک ایسا خلاف فطرت قانون ہے کہ تعجب ہوتا ہے کہ کیونکر انصاف پسند عقلا اسکو جائز رکھتے ہین، کوئی شخص ٹھنڈے دل سے سوچکر انصاف سے کہے کہ خدانخواستہ اگر وہ خود یا اسکی اولاد اس قانون کے رو سے محجوب ہو تو کیا وہ اسکو پسند کریگا؟ لہذا ہرچہ برخود نہ پسندی بر دیگران مپسند،

قرآن شریف مین ہے،

ولیخش الذین لو ترکوا من خلفھم ذریۃ ضعٰفا خافوا علیھم۔ فلیتقوا اللہ ولیقولوا قولا سدیدا ،	اور ان لوگون کو ڈرنا چاہیے جو اگر اپنے بعد ناتوان اولاد چھوڑ جاتے تو ان پر ترس کہاتے اسلیے انکو چاہیے کہ وہ اللہ سے ڈرین اور ٹھیک بات کہین،

پوتون کو اللہ تعالی نے اپنی نعمت قرار دیا ہے چنانچہ فرمایا ہے،

واللہ جعل لکم من انفسکم ازواجا وجعل	اور اللہ نے تمہین میں سے تمھاری بیویون کو پیدا کیا اور تمھاری

لکم من ازواجکم بنین وحفدۃ و — بیویون سے تمہارے لیے بیٹے اور پوتے پیدا کیے ۔۔۔
رزقکم من الطیبات افبالباطل یومنون — تمکو روزی عطا فرمائی، کیا پھر بھی لوگ جھوٹے معبودون پر ایمان
وبنعمت اللہ ھم یکفرون ، — لاتے ہین اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہین،

کیا نعمت الہی کی قدر و حرمت یہی ہے کہ وہ خاندان سے خارج اور اپنے باپ دادا کی کمائی اور محنت کے ثمرہ سے محروم کردیجاے اور در بدر ٹھوکرین کہاتی پھرے،

یتیم اولاد کے محجوب کرنے مین صرف یہی خرابی نہین ہے کہ وہ اسلامی شفقت اور انسانی فطرت کے خلاف ہے بلکہ معاشرت مین اس سے خرابیان واقع ہوسکتی ہین، ایک خرابی تو یہ ہے کہ محجوب اولاد کے دلون مین محرومی کی وجہ سے رنجش پیدا ہوجاتی ہے، کیونکہ ہر شخص فرشتہ تو نہین ہے کہ مادی جذبات سے بالاتر ہو، انسان کی فطرت اس قسم کی واقع ہوئی ہے کہ جب وہ دیکھتا ہے کہ میرے ہی بزرگون کی کمائی سے جنکا خون میری رگون مین گردش کر رہا ہے میرے چچا زاد بہائی تو عیش وعشرت کر رہے ہین اور مین بلا کسی قصور کے اس سے بالکل محروم ہون تو اسکو صبر نہین آتا،

سخن درست بگویم نمے توانم دید — کہ مے خورند حریفان ومن نظارہ کنم

اس رنجش کی بدولت خاندان مین ایک دائمی عداوت کی بنیاد قائم ہوجاتی ہے جسکی وجہ سے دینی اور دنیاوی برکتین مفقود ہوجاتی ہین اور ترقی مین رکاوٹ پڑجاتی ہے، بلکہ بعض حالتون مین یہ عداوت خاندان پر تباہی اور بربادی لاتی ہے۔

دوسری خرابی یہ ہے کہ جب لائق بیٹون کو جو باپ کے خدمتگذار ہین، اور اسکی ملکیت کے انتظام وترقی مین دن رات محنت اور کوشش کرتے ہین، یہ یقین ہوجائیگا کہ اگر اتفاقاً وہ اپنے باپ سے پہلے مرگئے تو انکی اولاد محجوب ہوجائیگی تو وہ باپ کی خدمت اور اسکے کاروبار سے پہلوتہی کرنے لگین گے، اور اپنی کمائی اور کوشش سے اپنی جداگانہ ملکیت پیدا کرنیکی فکر مین پڑجائین گے کہ اگر خدانخواستہ ایسا حادثہ پیش آجاے تو انکی اولاد کے پاس کچھ سرمایہ رہے اور وہ بالکل ہی دست نگر اور محتاج نہ رہجاے، اسلئے کہ یہ امر فطرتی ہے کہ انسان کو اپنے مان باپ سے زیادہ اپنی اولاد سے محبت ہوتی ہے،

تو ایسی حالت مین جبکہ بیٹے اس خیال مین پڑجائین گے نہ باپ کی جائداد اور ملکیت کا انتظام درست ہوگا نہ اسمین ترقی ہوسکیگی، علاوہ برین باپ کو اپنے بڑہاپے کے زمانہ مین بھی جو توبہ اور عبادت کا وقت ہے، اپنے دنیاوی کاروبار سے سبکدوشی حاصل نہ ہوسکیگی، اور اولاد سے وہ جائز آسائش اسکو نہ ملسکیگی جسکی عمد پیری مین انسے توقع کیجاتی ہے، اور نہ اولاد ہی اسکی خدمت کرکے سعادتمندی حاصل کرنیکے قابل ہوگی،

تیسری خرابی ایک مثال سے سمجھ مین آسکتی ہے، فرض کیجیے کہ ایک دولتمند کے دو بیٹے ہین جنمین سے ایک کے چار بیٹے، ایک کا صرف ایک ہی بیٹا ہے، اب اگر چار بیٹون کا باپ خود اپنے باپ کی زندگی ہی مین مرجاے تو اسکے چارون بیٹے محجوب الارث کے قانون کے رو سے سمجھ لین گے کہ جو کچھ خاندانی ملکیت ہے وہ دادا کے مرنے پر چچا کو اور پھر اس سے منتقل ہوکر چچازاد بھائی کو ملیگی، ہم چارون بھائی تو ہمیشہ کے لئے اس سے محروم ہوگئے، ان چارون مین سے اگر کوئی محرومی کے خیال سے غیظ وغضب مین آکر اپنے بھائیون کی خاطر بلا انکے مشورہ کے اپنی جان کو خطرہ مین ڈال کر دادا کی زندگی ہی مین چچا کو کسی حیلہ سے مارڈالے تو بالکل قرین قیاس ہے، اسلئے کہ آئے دن مال و دولت کے پیچھے دنیا مین خونریزیان ہوتی رہتی ہین، بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ بشرط ثبوت قاتل کو سزا ملجائیگی، لیکن اسکے بقیہ تین بھائی جو پہلے بالکل محروم تھے، اب دادا کے ترکہ مین سے تین ثلث کے حصہ دار ہونگے اور اپنے چچازاد بھائی سے جو پہلے اپنے باپ کے ذریعہ سے سارے ترکہ کا وارث ہوتا تگنا حصہ پائین گے۔

اس غریب کا باپ بھی مارا گیا اور حصہ بھی صرف ایک چوتہائی رہ گیا، اور قاتل کے بھائی جو محجوب تھے اس سے تگنے کے حقدار ہوگئے، اسلئے یہ محجوب الارث کا مسئلہ بعض صورتون مین قتل اور قطع رحم کا بھی محرک ہوسکتا ہے،

الغرض مسئلہ محجوب الارث مین ظاہری اور باطنی ہر قسم کی خرابی ہے، اور یہ انسانی فطرت کے خلاف ہے،

ل؎ تھا ایک وجہ کے ایک قسم کے ورثہ مین ترکہ کو علی الروس تقسیم کرتے ہین، مثلاً زید اگر اپنے چار پوتے چھوڑکر مرجائے جنمین سے تین ایک بیٹے کے ہون اور ایک، ایک بیٹے کا تو وہ چارون برابر کے حصہ دار ہونگے، یہ طرز تقسیم ایسا ہے کہ نہ اسپر قرآن شاہد ہے اور نہ حدیث،

اسی وجہ سے اہل اسلام اس مسئلہ کو اگرچہ مانتے چلے آتے ہیں لیکن انکی طبیعتیں اس سے مالوف نہیں ہیں اور عام طور پر انکے دلوں میں یہ کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے، امید ہے کہ فقہاے اسلام ان تمام امور کو پیش نظر رکھکر اس مسئلہ پر غور فرمائیں گے، اور نہایت کمزور دلائل کی بنیاد پر یتیم اولاد کو خاندانی حقوق سے بلاقصور محروم کر کے اسلام کے مقدس دامن پر یتیموں کے خون کے دھبے نہ ڈالیں گے،

ہم سے غلطی ہونی ممکن ہے لیکن اسلام دین الٰہی ہے وہ ہر قسم کی غلطیوں سے مبرّا اور پاک ہے، ؎

گر من آلودہ دامنم چہ عجب ہمہ عالم گواہِ عصمت اوست

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا خاتم المرسلین وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ الی یوم الدین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین

آمین،

اسلم جیراجپوری

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

کتب خانہ جامعۂ عثمانیہ

۱۔ اراکینِ مجلسِ اعلیٰ، مجلسِ تعلیمی، مجلسِ انتظامی
بجائے شعبہ جات و نصاب پانچ کتابیں ایک مہینہ کے لیے اپنے پاس رکھ سکیں گے۔

۲۔ اساتذۂ جامعۂ عثمانیہ و کلیات ملحقہ
اور اراکینِ دار الترجمہ دس کتابیں ایک ماہ کے لیے اپنے پاس رکھ سکیں گے۔

۳۔ طلبا ایم اے، ایل ایل بی
تین کتابیں دو ہفتہ تک اپنے پاس رکھ سکیں گے۔
طلبہ پانچ کتابیں ...

۴۔ مدت مقررہ پر کتابیں واپس نہ ہوں تو
ایک آنہ یومیہ فی کتاب جرمانہ ...

۵۔ بشرط ... کتابیں کرایہ پر جاری کی جا سکیں گی ...
کتب خانہ میں کتاب کا لانا لازم ہے۔

۶۔ کتابیں گم یا خراب ہو جائیں تو ...
عائد ہوگی۔

۷۔ کتابوں پر کسی قسم کا نشان بنانا یا ... نہیں ہے۔

۸۔ قلمی نسخے اور حوالے کی کتابیں
جاری نہ کی جا سکیں گی۔ فقط